دریچہ

آبادی پر ایک سہ ماہی خبرنامہ

جلد 6 شمارہ 3+4 خزاں 2005

آبادی اور ترقی

اس شمارے میں

2 آبادی اور ترقی میں شراکت کا فروغ

4 سرکاری و نجی شراکت: دونوں کی افادیت

5 زلزلے کا المیہ

6 خبریں

8 مواقع کانفرنس/ٹریننگ

ایڈیٹوریل بورڈ

مدیر اعلیٰ

علی محمد میر

نائب مدیر

اخلاق احمد

بورڈ ممبرز

امتیاز کمال

ارشد محمود

اخلاق احمد

تدوین و آرائش

علی عماد

واضح رہے کہ شمارے میں شامل مندرجات، مصنفین اور تنظیموں کی ذاتی آراء ہیں اور کسی طور پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان یا ایڈیٹوریل بورڈ کا نقطہ نظر پیش نہیں کرتے۔

خبرنامے کی ذاتی کاپی اور تبصروں کے لیے رابطہ:

مدیر: دریچہ

مکان نمبر 7، گلی نمبر 62، F-6/3، اسلام آباد، پاکستان

فیکس: 92-51-2821401

ای میل: Popwindows@pcpak.org

آبادی کے مسئلے پر ہونے والی چھٹی سالانہ تحقیقاتی کانفرنس

پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان (PAP) نے ''آبادی اور میلینئم ترقیاتی اہداف کے درمیان تعلق: ایشیائی تناظر'' کے موضوع پر چھٹی سالانہ تحقیقاتی کانفرنس برائے آبادی کا اہتمام کیا جو نیشنل لائبریری، اسلام آباد میں 29 نومبر سے یکم دسمبر 2005ء تک جاری رہی۔ اِس کانفرنس کے انعقاد کے لیے فنڈز The David and Lucile Packard Foundation, UNFPA, USAID/PAIMAN, DFID, اور GTZ نے فراہم کیے۔ کانفرنس کا مقصد میلینئم ترقیاتی اہداف (MDGs) کے حصول کے لیے ایشیائی پس منظر کے کردار پر روشنی ڈالنا، قومی، علاقائی اور بین الاقوامی تجربات، مواقع اور چیلنجوں، بہترین عملی مشقوں اور آبادی کے بحران کے مسائل پر باہمی تبادلہ خیال کرنا اور اِن اقدامات اور حکمتِ عملیوں کی وضاحت کرنا تھا جو ترقی کے عمل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اِس کانفرنس نے اسکالروں، محققین، پالیسی سازوں اور پریکٹیشنرز کو اپنے بنیادی تجربات بیان کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے سیکھنے اور علاقائی سطح پر مستقبل کے لیے اشتراکِ عمل کے طریقوں کی نشاندہی کرنے کا موقع فراہم کیا۔ نوجوانوں اور خواتین پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے مجموعی آبادی، آبادیاتی اور ترقیاتی مقاصد کو کامیابی کے ساتھ حاصل کرنے اور قومی پالیسیوں اور پروگراموں کی ترقی کے لیے سفارشات پیش کرنے پر زور دیا گیا۔

نیشنل لائبریری کے آڈیٹوریم میں ہونے والی اِس کانفرنس کا افتتاح جناب محمد میاں سومرو، چیئرمین سینٹ نے کیا۔ اپنے افتتاحی خطاب میں چیئرمین سینٹ نے معاشرتی شعبوں کی ترقی اور بزرگوں کی بہبود پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا کیونکہ ملک میں چھوٹے خاندان کا معیار اختیار کرنے پر اس کا اثر واضح طور پر دکھائی گا نیتجتاً شرح بارآوری اور اموات میں بھی کمی ہوگی۔ جناب سومرو نے مزید کہا کہ آبادی میں اضافے اور مجموعی ترقیاتی علامات کے درمیان تعلق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ افتتاحی اجلاس میں پاکستان اور بیرونِ ملک سے آئے ہوئے ڈونرز اور اُن کے نمائندوں اور بین الاقوامی ایجنسیوں، قومی تنظیموں، پالیسی سازوں، محققین اور علمی اداروں نے شرکت کی۔

بقیہ صفحہ نمبر 3 پر

* ، آ بدی اور ت قی میں شرا ت کافروغ

جناب شہزاد و شیخ، وفاقی سیکریٹری،
وزارت بہبود آبادی، حکومت پاکستان

آبادی اور صحت کی بنیاد دیرپا ترقی اور معاشی نمو پر ہوتی ہے۔ آبادی کا انسانی ترقی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے جس میں سماجی ومعاشی ترقی، غربت میں کمی، خواتین کو بااختیار بنانا اور ماحولیاتی تحفظ شامل ہے۔ حکومت، سول سوسائٹی کی تنظیموں، پرائیوٹ سیکٹر اور تعلیمی اداروں کے درمیان اشتراک عمل اور شراکت بے مثال اور فیصلہ کن ہوتی ہے کیونکہ آبادی اور پیداواری صحت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور مسلسل ترقی کو یقینی بنانے کے لیے ہر پہلو کے تقابلی فوائد سامنے رکھنے ہوتے ہیں۔ ترقی کا مقصد موجودہ نسل کی دیرپا ضروریات زندگی کو کامیابی سے پورا کرنا اور اس کے معیار زندگی کو اس طریقے سے بہتر بنانا ہے کہ مستقبل کی نسل کے مادی فوائد اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی اہلیت پر کوئی سودے بازی نہ کی جاسکے۔

وزارت بہبود آبادی، حکومت پاکستان اس مسئلے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے استحکام آبادی اور متعلقہ مقاصد کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے تاکہ بین الاقوامی کانفرنس برائے آبادی وترقی (ICPD-1994) ملینیم ترقیاتی مقاصد (MDGs, 2000) اور اعلان اسلام آباد برائے آبادی وترقی (IDPD,2005) کے بنیادی ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے ترقی کے عمل کو تیز تر کیا جاسکے۔ آبادی کے مسائل کو مستقبل کے منصوبہ عمل میں شامل کرنے، ملک کی سماجی واقتصادی ترقی کے لیے 2020ء تک استحکام آبادی کے حصول اور حکومت، سول سوسائٹی اور پرائیوٹ سیکٹر کے درمیان زیادہ سے زیادہ شراکت کو ممکن بنانے کے لیے کابینہ نے 2002ء میں پاکستان کی آبادی کی پالیسی کی منظوری دی تھی۔ استحکام آبادی کے حصول کے لیے باہمی ہم آہنگی اور معاشرے کے تمام طبقات کی شمولیت ضروری ہے۔ گذشتہ دو دہائیوں کے دوران ملک میں آبادیاتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ پیداوری صحت سے متعلق رویوں، خاندانی منصوبہ بندی اور اضافہ آبادی کے رجحان میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ حالیہ سالوں کے دوران، آبادی کے مسائل سے متعلق سیاسی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

وسیع البنیاد رابطہ پیدا کرنے، سرکاری ونجی اشتراک کو فروغ دینے اور مشترکہ مہارتوں اور حکمت عملیوں سے استفادہ کرنے کے لیے وزارت بہبود آبادی نے اسلام آباد، پاکستان میں 21، 22 ستمبر 2005ء کو ''آبادی اور ترقی میں شراکت کا قیام'' کے موضوع پر آبادی سے متعلق کانفرنس منعقد کی۔ جس کا مقصد بین الاقوامی ماہرین اور بین الاقوامی تنظیموں کے سربراہوں کو آبادی کے مختلف پہلوؤں اور متعلقہ اُمور کے مرکزی دھارے میں شامل کرنا، وسیع البنیاد تعمیری شراکت کی بنیاد رکھنا اور سیکٹرز کے درمیان اشد ضروری تعلق کے فروغ پر ان کی رائے اور سفارشات حاصل کرنا تھا۔ آبادی کی سربراہی کانفرنس نے قومی اور بین الاقوامی اجتماعی بصیرت اور ذہانت جمع کرنے، مستقبل میں ملک کی آبادی اور ترقی سے متعلق منصوبہ عمل کو حل کرنے اور پاکستان کی پالیسی برائے آبادی 2002 کے مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک فورم مہیا کیا ہے۔ اس کانفرنس کا افتتاح جناب شوکت عزیز وزیراعظم پاکستان نے کیا اور اس میں وزراء، سیکریٹریوں، متعلقہ وزارتوں کے اعلیٰ سرکاری حکام، بین الاقوامی اور مقامی عطیات دہندگان، بین الاقوامی اور قومی تنظیموں اور تعلیمی اداروں کے نمائندگان نے شرکت کی۔

سربراہی کانفرنس کے خصوصی مقاصد درج ذیل تھے:

۱۔ آبادی کے شعبے میں بہتری لانے کے لیے 2004ء میں ملک بھر میں منعقدہ ''ایگزیکٹو سیمینارز'' کی بنیاد پر سفارشات فراہم کرنا اور ان کا جائزہ لینا۔

۲۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں اور کاروباری ایجنسیوں سمیت، سرکاری ونجی شعبہ کی شراکت کو یقینی بنانے کے لیے حکمت عملیاں تیار کرنا۔

۳۔ وزارت صحت، تعلیم، ترقی نسواں، نوجوانان، مالیات، منصوبہ بندی وترقیاتی ڈویژن اور وزارت افرادی قوت سمیت اہم وزارتوں کے درمیان تعمیری تعلق کو یقینی بنانا۔

۴۔ آبادی وترقی کے حصول کے لیے پاکستان کی حمایت کر کے بین الاقوامی شراکت کو فروغ دینا۔

کانفرنس نے مندرجہ ذیل ذیلی عنوانات کا احاطہ کیا:

☆۔ آبادیاتی وسیع تناظر اور پاکستان میں ترقیاتی مواقع

☆۔ معاشی ترقی اور ملینیم ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے آبادی کی پالیسی سے مطابقت۔

☆۔ سیکٹرز کے اندر اور باہر آبادی کی اہمیت۔

☆۔ سرکاری ونجی شراکت، دونوں کی افادیت۔

☆۔ بین الاقوامی شراکت کا قیام، کیسے اور کیوں؟

بحیثیت مجموعی، ان ذیلی موضوعات نے آبادی اور ترقیاتی تناظر میں بڑھتی ہوئی ضروریات کی مطابقت سے اہم مسائل کی نشاندہی کی۔ پاکستان بارآوری اور آبادیاتی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے جو معاشی وسماجی ترقی، خصوصاً انسانی وسائل کی ترقی کے مقاصد کے حصول کے لیے تکنیکی منصوبہ عمل، حربی پالیسیوں، ٹھوس سرمایہ کاریوں اور ان کے عملی نفاذ پر زور دیتی ہیں۔ چونکہ آبادی ایک ایسا متنوع موضوع ہے جس کا تعلق براہ راست صحت، خاص طور پر پیداواری صحت، تعلیم، غربت، ملازمت، ماحول اور تعمیرات سے ہوتا ہے۔ اس لیے پیداواری صحت، خواتین اور نوجوانوں کے اختیار کو آبادیاتی اور ترقیاتی پالیسیوں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آبادیاتی نظام میں سرمایہ کاری اور اس سے پورا پورا استفادہ کرنا تعمیری طور پر معاشی وسماجی خوشحالی کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لیے حکومت، عطیات دہندگان، پبلک سیکٹر، سول سوسائٹی کی تنظیموں اور کاروباری ایجنسیوں کے درمیان اشتراک اور شراکت ضروری ہے تاکہ دستیاب وسائل کے صحیح استعمال کے ذریعے ترقیاتی عمل کو تیز تر کیا جائے اور استدلال، خدمت کی بجاآوری، تکنیکی ومالیاتی امداد، استعداد کار کا فروغ اور ICPD، MDGs اور IDPD کے اہداف کو کامیابی کے ساتھ حاصل کیا جاسکے۔

آبادی کے مسئلے پر ہونے والی چھٹی سالانہ تحقیقاتی کانفرنس

بقیہ صفحہ 1 سے

ڈاکٹر مہتاب کریم، صدر پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان (PAP) نے اپنی استقبالیہ تقریر میں ایشیائی خطے کے حوالے سے میلینئم ترقیاتی اہداف سے متعلق کانفرنس کے پس منظر اور مقاصد کی وضاحت کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسی کانفرنسوں کے انعقاد سے پاکستان میں آبادی کی ثقافت قائم کرنے، آبادی اور ڈیموگرافی پر اعلیٰ تحقیق کرنے میں مدد ملتی ہے۔ انہوں نے کانفرنس کے انعقاد میں پیکارڈ فاؤنڈیشن، GTZ، DFID، USAID، UNFPA کی امداد کی تعریف کرتے ہوئے کانفرنس کی کارروائی میں بین الاقوامی وفود کی شمولیت اور نمایاں خدمات کا شکریہ ادا کیا۔ بین الاقوامی کانفرنس کے شرکاء جاپان، چین، فلپائن، تھائی لینڈ، سنگاپور، انڈونیشیاء، بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، ازبکستان، ایران اردن، ترکی، ہانگ کانگ اور بھارتی مقبوضہ کشمیر سے تشریف لائے تھے۔

افتتاحی اجلاس کے دوران ڈونرز اور اُن کے نمائندوں نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ Dr.France Donnay، ملکی نمائندہ UNFPA، نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آبادیاتی تحقیقاتی کمیونٹی کو علم کے فروغ اور ترقی کے ذریعے ترقیاتی رکاوٹوں کی نوعیت پر روشنی ڈالنے، متبادل پالیسی کی سفارشات کا مختصر خاکہ پیش کرنے اور ترقیاتی عمل کو تیز کرنے کے لیے واضح کردار ادا کرنا چاہیے۔ Ms. Jane Edmondson سینئر مشیر برائے آبادی وصحت DFID نے پیداواری صحت کے وسیع تر تناظر میں آبادی کے مسائل پر غور کرنے پر زور دیا۔ Ms.Marry Skarie ڈپٹی ڈائریکٹر ہیلتھ، USAID نے کہا کہ پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان کی سالانہ کانفرنس کے لیے USAID کی امداد بڑی منطقی تھی اور یہ تحقیق کے پیش کاروں اور صارفین کے لیے مختص تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ تحقیق میں پالیسیوں اور پروگراموں کو شامل کیا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر یاسمین صبیح قاضی، سینئر مشیر، پیکارڈ فاؤنڈیشن نے آبادی سے متعلق کمیونٹی کو یکجا کرنے کے لیے PAP کے آغاز اور قیام کی وضاحت کی۔ انہوں نے اُمید ظاہر کی کہ یہ فورم استدلال اور بہترین مشقوں کو بحث میں شامل کر کے مشترکہ تحقیقی نتائج کو آگے بڑھائے گا۔

مجموعی طور پر تین مکمل اجلاس، دو مناظرے، ایک گروہی مذاکرہ اور 12 تکنیکی اجلاس کانفرنس کے پروگرام میں شامل گئے تھے تاکہ تمام متعلقہ نازک مسائل پر مؤثر طور پر توجہ دی جاسکے۔ پہلے مکمل اجلاس کا موضوع ''غربت، آبادی اور صحت'' تھا جس کی صدارت ڈاکٹر نسیم اشرف چیئرمین NCHD نے کی۔ ارکان مذاکرہ نے تین اہم ترین باہم مربوط شعبہ ہائے علم پر اپنی معلومات پیش کیں جو مجموعی طور پر انسانی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسرے مکمل اجلاس کی صدارت ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ چیف ایگزیکٹو آفیسر FPAP نے کی جس کا موضوع تھا ''آنے والی دہائیوں میں آبادی کی پالیسیاں''۔ آبادی کی پالیسیوں اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں پر مختلف پیش کاروں نے اِس موضوع کے ہر پہلو پر گفتگو کی جس میں چین میں گاہکوں کی مرکزیت پر مبنی حکمت عملی، آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام اور انڈونیشیا ترکی، ایران اور پاکستان کی آبادی اور ترقیاتی پالیسیاں شامل تھیں۔ تیسرے مکمل اجلاس کی صدارت ڈاکٹر زیبا اے ستار، علاقائی ڈائریکٹر، پاپولیشن کونسل نے کی۔ اجلاس کا موضوع ''آبادیاتی اور صحت کی تحقیق کے وسیع امکانات'' تھا اور مباحثے زیادہ تر بنیادی تحقیق کی اہمیت اور نتیجے سے متعلق تھے جن میں صحت پر بالعموم اور آبادیاتی وآبادی پر بالخصوص توجہ دی گئی جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

''کیا ہم 2015ء تک میلینئم ترقیاتی اہداف حاصل کر سکتے ہیں''؟ کے عنوان پر پہلے مناظرے کی صدارت، ڈاکٹر دونیا عزیز، پارلیمانی سیکرٹری، وزارت بہبود آبادی نے کی۔ ارکان مذاکرہ نے نوجوانوں اور خصوصاً خواتین کو با اختیار بنانے اور انھیں بنیادی حقوق دینے، صحت کی سہولتوں خصوصاً پیداواری صحت کو یقینی بنانے اور غربت کے بنیادی اسباب کو دُور کر کے میلینئم ترقیاتی اہداف کے حصول سے متعلق اپنی آراء اور مہارتوں سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ انہوں نے انسانی ترقی کے اہداف پر سنجیدگی سے غور کرنے، ترقی کے لیے عالمی شراکت کا آغاز کرنے اور اقوام کے درمیان عدم مساوات کو ختم کرنے اور سب سے زیادہ تحقیق کی ضرورت پر زور دیا کیونکہ اِس طرح مقررہ وقت میں مطلوبہ اہداف کے حصول کے لیے پالیسی سازی کے عمل اور منصوبہ ہائے عمل کو تقویت بخشنے کے لیے وافر سائنسی تحقیقی نتائج اور سفارشات دستیاب ہوں گی۔

دوسرے مناظرے کی صدارت، جناب عمران خان ایم این اے وچیئرمین شوکت خانم میموریل ٹرسٹ نے کی۔ ''نسلوں کا تصادم: کیا سرکاری پالیسی کے لیے نوجوان یا بزرگ ترجیحی وتحقیقی شعبہ ہونا چاہئیں''؟ کے موضوع پر مبنی اجلاس نے ہمیں اپنے نوجوانوں کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے اور انھیں بہتر بنانے یا بزرگوں کے لیے خدمات کی فراہمی پر توجہ دینے کی ضرورت پر دلچسپ مذاکرے کا آغاز کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوان اور بزرگ دونوں اپنی اپنی اہمیت رکھتے ہیں اور دونوں کے مسائل کو سرکاری پالیسی میں ترجیحی بنیاد پر سامنے لایا جائے۔

پاپولیشن کونسل نے ''آبادی اور ترقی میں بین الاقوامی شراکت کا قیام'' پر ایک گروہی مذاکرے کا اہتمام کیا جس کی صدارت ڈاکٹر زیبا اے ستار نے کی اور جناب شہزاد وشیخ (سیکرٹری، وزارت بہبود آبادی)، ڈاکٹر دونیا عزیز (پارلیمانی سیکرٹری برائے بہبود آبادی)، ڈاکٹر پرویز طاہر (چیف اکانومسٹ پاکستان)، ڈاکٹر فرانس دونے (علاقائی نمائندہ، UNFPA)، جناب ایم ایم قریشی (علاقائی نمائندہ گرین سٹار سوشل مارکیٹنگ) اور ڈاکٹر مجید راجپوت (ڈائریکٹر جنرل وزارت صحت) نے شرکت کی تھی۔ مذاکرے کے دوران، آبادی اور حکومت کے ترقیاتی پس منظر، ڈونرز کمیونٹی اور سول سوسائٹی کی تنظیموں میں روابط اور شراکتوں کو فروغ دینے کی ضرورت، شعبہ آبادی اور متعلقہ شعبوں میں کیے گئے ترقیاتی کام پر روشنی ڈالی گئی۔ مسلمان ملکوں میں بارآوری اور خاندانی منصوبہ بندی پر خصوصی اجلاس کی صدارت جناب شہزاد وشیخ نے کی اور انڈونیشیا بنگلہ دیش، ایران اور ترکی کے نمائندوں نے پیداواری صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں پر اپنے اپنے ملک کا نقطہ نظر پیش کیا۔

12 تکنیکی اجلاسوں میں آٹھ میلینئم ترقیاتی اہداف کے ساتھ براہ راست مربوط تمام مسائل، حاصل شدہ پیش رفت، طے شدہ مقاصد کے حصول کے لیے سفارشات اور میلینئم ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے بالعموم اور غربت میں کمی اور انسانی ترقی کے اہداف کے حصول کے لیے بالخصوص ایک مشترکہ حکمت عملی کے بنانے کے لیے باہمی اشتراک سے مختلف اُمور زیر بحث رہے۔ کانفرنس کے ذیلی موضوعات میں تعلیم وترقی، صنفی مساوات اور خواتین کو با اختیار بنانا، مانع حمل وخاندانی منصوبہ بندی، زچہ وبچہ کی صحت وشرح اموات، ایچ آئی وی/ایڈز اور STIs، اندرون ملک اور بین الاقوامی نقل مکانی، غربت اور آبادی میں اضافہ (دو سیشنز)، میلینئم ترقیاتی اہداف کے حصول میں بارآوری کی تبدیلی کا کردار، پیداواری صحت میں سرکاری ونجی شراکت، شہر آبادی اور دیرپا ترقی، صحت اور میلینئم ترقیاتی اہداف شامل تھے۔ ان متفق علیہ اجلاسوں کی صدارت، ڈاکٹر نجمہ نجم (وائس چانسلر، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی)، جناب سہیل صفدر (سیکرٹری وزارت ترقی خواتین)، جناب شہزاد وشیخ (سیکرٹری وزارت بہبود آبادی)، ڈاکٹر فرانس دونے (علاقائی نمائندہ UNFPA)، ڈاکٹر مجید راجپوت (ڈائریکٹر جنرل، وزارت صحت)، ڈاکٹر عبدالرزاق رکن الدین (سابق ڈائریکٹر جنرل NIPS)، ڈاکٹر پرویز طاہر (چیف اکانومسٹ، منصوبہ بندی وترقیاتی ڈویژن)، ڈاکٹر منیر عالم (سابق مشیر، UNFPA)، ڈاکٹر رقیہ سعید (ایم پی اے اور صدر بلوچستان فاؤنڈیشن برائے ترقی)، ڈاکٹر مہتاب ایس کریم (پروفیسر آبادیات، آغا خان یونیورسٹی) اور ڈاکٹر مشتاق اے (خان ڈائریکٹر نفاذِ صحت پالیسی یونٹ، وزارت صحت) نے بالترتیب کی۔

مجموعی طور پر تقریباً 60 بین الاقوامی اور قومی تحقیقی مقالے اور 18 پوسٹر کانفرنس میں پیش کئے گئے۔ ان اجلاسوں میں قومی، علاقائی اور بین الاقوامی کوششوں، تجربات اور آبادی کو مرکزی دھارے میں لانے اور عملی جامہ پہنانے کے لیے مطلوبہ وسائل اور مطلوبہ میلینئم ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے متعلقہ ترقیاتی علامات، متعلقہ تحقیق کی تمام حدود پر توجہ دے کر آگاہی پیدا کرنے اور ڈیٹا جمع کرنے، سرکاری وغیر سرکاری تنظیموں اور پرائیوٹ سیکٹر کے درمیان اشتراک عمل قائم کرنے، اور ترقیاتی پالیسیوں اور منصوبہ ہائے عمل کی تکمیل کو یقینی بنانے پر توجہ دی گئی تاکہ آبادی اور ترقیاتی حکمت عملیاں ان روابط کو قبول کریں اور متعلقہ وسائل کے تمام شعبوں خصوصاً انسانی ترقی کے مسائل پر توجہ دیں۔

ایشیائی ممالک کی آبادی دُنیا کے تقریباً 3/5 حصے پر مشتمل ہے اور یہ آبادیاتی تبدیلی کے مختلف مراحل میں ہیں۔ میلینئم ترقیاتی اہداف کے حصول کے اعتبار سے یہ ممالک ترقی کے مختلف درجوں پر فائز ہیں۔ مزید برآں،

بقیہ صفحہ نمبر 5 پر

سرکاری ونجی شراکت: دونوں کی افادیت

غالب نشتر، صدر خوشحالی بینک

جامع ترقیاتی ڈھانچے کے لئے، سرکاری وی نجی اشتراک کی دن بدن حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ سرکاری شعبے کی مکمل حمایت سے ایسے انتظامات کوفروغ دینے کی ضرورت ہے جن کے ذریعے مطلوبہ وسائل کی کمی اور انتظامی مشکلات کے باوجود ایک مناسب، مؤثر اور منصفانہ طریقے سے خدمات فراہم کی جاسکیں۔ اِن فکری اُمور کے لحاظ سے مختلف انتظامات کوترقی دینا لازم ہے اور ایسی تنظیمیں جنھیں عوامی بھلائی کا مینڈیٹ حاصل ہو، وہ ہی اِس مقصد کے حصول کوآسان بناسکتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکاری ونجی شراکتوں سے شرکاء کی صلاحیتوں کو بروئے لاکر مختلف مسائل کے حل کے لیے ایک زبردست طریقہ کار بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن ہمیں اس حقیقت سے بھی آگاہ ہونا چاہیے کہ اس پیچیدہ عمل سے کئی مشکلات بھی سامنے آتی ہیں جن سے آگاہی حاصل کرنا اوران سے مؤثر طور پر نپٹنا اشد ضروری ہے۔ ایسے اقدامات اور مروجہ اصولوں کی بنیاد، شرکاء کے باہمی مفاد کے بجائے معاشرے کے مفاد پر رکھنی چاہیے اوران میں مساوات کے تصور کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ ان قواعد میں یہ شرط بھی ہونی چاہیے کہ شراکتیں، پسماندہ ماحول میں سماجی آزادی کے طریق کار کو پختہ بنانے میں مدد دیں اور انھیں معاشرتی ذمہ داری کے دائرے کے اندر انجام دینا چاہیے کیونکہ اس تصور کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نجی فنڈز سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کیے جائیں یا سرکاری ذمہ داریوں کو نجی بنایا جائے۔

اصولوں میں یہ صراحت کی جانی چاہیے کہ شراکت کوقومی ترجیحات کے مطابق ہونا چاہیے۔ انھیں ریاستی اقدامات کودہرانے کی بجائے مکمل کرنا چاہیے اور مفادات کے ٹکراؤ کے بغیر قومی نظاموں کے ساتھ احسن طریقے سے مربوط کرنا چاہیے۔ تمام شرکاء کے فوائد کوشراکت کے انتظام وانصرام میں لازمی جگہ دینی چاہیے تاکہ مشترکہ مقاصد اپنا کردار ادا کرسکیں کیونکہ ایک حقیقی شراکت وہ ہے جس میں شرکاء اگرچہ مختلف ترغیبات اور اقدار کے حامل ہوں لیکن ان کا ایک مشترکہ مقصد ضرور ہو۔ عالمی قواعد میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ شرکاء کو اپنا کردار ادا کرنے، خطرات کا سامنا کرنے اور فیصلہ سازی کے عمل میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملے۔ ان اصولوں کو کامیابی کے عملی حصول پر زور دینا چاہیے۔ ایک سرکاری ونجی شراکت کی ترقی کوازخود ایک کامیابی کے طور پر نہیں بلکہ ایک طریقہ کار کے طور پر نظر آنا چاہیے۔ شراکتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ محض رسمی نہ ہوں بلکہ انھیں سماجی شعبے کے موجودہ تناظر اور شعبہ آبادی کے نتائج میں بہتری لانے میں مدد دینی چاہیے۔

جہاں صحت کی طرح سماجی شعبے کونجی شعبے کے وسائل تک رسائی حاصل ہے، وہاں سرکاری ونجی شراکتوں کی کامیاب مثالیں بھی موجود ہیں۔ ان میں خوراک کی منصوبہ بندی کے پروگرام سرفہرست ہیں جو لاکھوں افراد کی زندگیوں میں بہتری لاتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے پاس کافی حد تک وسائل اور تقسیم کی صلاحیت موجود ہو۔ جیسے کھانے کے نمک میں آیوڈین ڈالنے کے موزوں خیال نے لاکھوں لوگوں کی ظاہری حالت کوبہتر بنادیا ہے۔ لیکن اس کے وسیع پیمانے پر دیرپا اثرات حکومت خود کام کرکے حاصل نہیں کرسکتی۔ نجی شعبے کوبھی وسائل، اس کے انتظام کی صلاحیت اور تقسیم کے نظام میں ہاتھ بٹانا چاہیے۔ اس کے بغیر دیرپا اور وسیع تر کامیابی ممکن نہیں۔ صحت اور آبادی کے شعبے میں دیگر ممکنہ آپشنز میں صحت کی سہولتوں کی لاگت میں حصے دار بننے کے پروگراموں کا تعارف، خدمات کی فراہمی، نجی شعبے کی جانب سے صحت کی سہولتوں کے فراہم کنندگان کے ساتھ شراکت کے علاوہ فنی قابلیت کے حصول کے لیے تجارتی اور سول سوسائٹی کے اداروں تک رسائی شامل ہے۔ سرکاری ونجی شراکت کی ایک اور مثال عورتوں کی مائیکروفنانس پروگراموں تک رسائی اور پاکستان میں خوشحالی بینک کا تجربہ ہے۔

مائیکروفنانس پروگراموں میں صنفی اثرات پرغور کرنے کے لیے انسانی مساوات کے حوالے سے خواتین کی معاشی پسماندگی اور پریشانیاں بنیادی وجوہات ہیں۔ غربت میں زندگی بسر کرنے والے 1.3 بلین لوگوں میں سے 70 فی صد خواتین ہیں۔ اگرچہ خواتین دنیا کے کام کا ایک بڑا حصہ انجام دیتی ہیں لیکن وہ مردوں کی نسبت بہت کم معاوضہ حاصل کرپاتی ہیں۔ 31 ممالک میں کام کرنے والی خواتین اور مردوں کے اوقات کار کا ڈیٹا یہ ظاہر کرتا ہے کہ تقریباً ہر ملک میں مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ گھنٹے کام کرتی ہیں لیکن مردوں کی آمدنی کے مقابلے ان کی اوسط آمدنی صرف 75-50 فی صد ہوتا ہے۔ جائیداد کی غیرمساوی تقسیم اس سے بھی بدتر ہے۔ دنیا کی 52 فی صد آبادی رکھنے والی صنف دنیا کی زمین کے صرف 1 فی صد حصے کی مالک ہے۔

دنیا بھر کے معاشی نظاموں میں خواتین کی لیبر فورس کا حد درجہ اضافہ ہوگیا ہے۔ چونکہ لیبر فورس میں شامل ہونے والی بہت سے خواتین مائیکرو اداروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان خواتین کی ایک خاطر خواہ تعداد نے انتہائی ترقی پذیر نظاموں کے غیررسمی شعبے کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس لیے جوں جوں لیبر فورس میں خواتین کی شرکت کا اضافہ ہوتا جائے گا توں توں مائیکرو مالیات جیسی خدمات کے لیے ان کی ضرورت بڑھتی جائے گی۔ مائیکرو مالیاتی پروگرام خواتین کے معاشی آپشنز میں اضافہ کرنے کے لیے خصوصاً مفید ہوتے ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتیں غیررسمی کریڈٹ کے وسائل تک کم رسائی رکھتی ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں خواتین مائیکروفنانس پروگراموں میں عموماً بہتر شرح ادائیگی رکھتی ہیں اور پاکستان میں بھی ایسا ہی تجربہ رہا ہے۔

مائیکروفنانس پروگراموں میں خواتین کی شرکت، گھریلو آمدنی میں اِن کا بڑھتا ہوا کردار اور اِن کے گھریلو ماحول سے باہر ان کا نمایاں کردار انھیں بااختیار بناتا ہے۔ جس طرح زیادہ آمدنی گھریلو معاملات میں خواتین کوزیادہ سودے بازی کی طاقت فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح معاشرتی وسیاسی معاملات آگاہی انھیں عوام حلقوں میں یا کام کرنے کے لیے ایک بہتر مقام فراہم کرتی ہے۔ اس سے ان میں عزت نفس اور خود توقیری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور خاندانی بہبود پر ایک بہت ہی مثبت اثر پڑتا ہے۔ کریڈٹ لینے والی خواتین کی اکثریت کے لیے نئے مواقع اور رقومات تک رسائی بہت آسان ہوجاتی ہے۔ اس طرح ان کو گھروں، دیہاتوں اور ملک کے اندر معاشی وسیاسی اختیار مل جاتا ہے اور وہ بلآخر اپنی زندگیاں اور اردگرد کا ماحول بدلنے کے قابل ہوجاتی ہیں۔

حکومت پاکستان نے 5 سال قبل پالیسی کے تعارف، قانونی ونگرانی کے فریم ورک کے علاوہ کثیر الاطراف اور دوطرفہ وسائل تک رسائی کے ذریعے سرکاری ونجی شراکت کے لیے مطلوبہ ماحول تشکیل دیا تھا۔ خوشحالی بینک کا قیام اس سمت میں اٹھایا جانے والا اہم قدم تھا۔ بینک نے پاکستان کے پس ماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والی آبادی کو مالیاتی خدمات برق رفتاری سے فراہم کیں۔ حال ہی میں نجی شعبے نے سماجی شعبوں میں کام کرنے والے سول سوسائٹی کے اداروں کے ساتھ مل کر سرمائے اور مہارتوں کو بروئے کار لانے کے بہتر انتظامات کو تیز تر کیا ہے۔ مائیکروفنانس کے بہت سے اداروں کے قیام، سماجی شعبے میں شریک سول سوسائٹی کی

بقیہ صفحہ نمبر 5 پر

زلزلے کا المیہ

8 اکتوبر 2005ء کے دن پاکستان کو تاریخ کے ایک انتہائی تباہ کن اور خوفناک زلزلے کا سامنا کرنا پڑا جس نے ایک بہت بڑے اور ناقابل رسائی خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ 7.6 ریکٹر کی شدت سے آنے والے اِس تباہ کن زلزلے نے شمالی پاکستان، آزاد کشمیر اور اِس کے دیہات، صوبہ سرحد اور جموں و کشمیر کے مغربی اور جنوبی علاقوں میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلائی۔ ایک اندازے کے مطابق اِس سانحے میں 187,350 اموات واقع ہوئیں۔ اندیشہ ہے کہ اموات کی مجموعی تعداد 100,000 سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ زخمیوں اور معذوروں کی تعداد 100,000 سے زائد ہے اور تقریباً 4 ملین لوگ بے گھر ہو گئے ہیں جن میں سے زیادہ تر کو سردی اور بیماریوں کے پھیلنے سے ہلاک ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ ہزاروں سینکڑوں عمارتوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ ملبے کا ڈھیر ہو گئے ہیں یا انھیں شدید نقصان پہنچا ہے۔ زلزلے کے باعث زمین کے پھٹنے سے متاثرہ علاقوں کے گاؤں اور سڑکیں زمین بوس ہو گئیں۔

تباہ شدہ علاقے زیادہ تر پہاڑی خطوں میں واقع ہیں اور زمین کے کٹاؤ اور سڑکیں بند ہونے کے باعث ان تک رسائی ممکن نہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 5 بلین امریکی ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہوا ہے۔ اِس خوفناک زلزلے کے بعد 978 آفٹر شاک (زلزلے کے بعد کے جھٹکے) محسوس کیے جا چکے ہیں اور حکومت اور فوج نے متاثرین زلزلہ کے لیے وسیع پیمانے پر امدادی کارروائیاں شروع کر دی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ڈونرز ایجنسیوں، بین الاقوامی تنظیموں، سرکاری و نجی شعبے کے مالی تعاون سے امدادی کارروائیاں شروع کر دی گئی ہیں۔

بین الاقوامی برادری نے مالی امداد، تکنیکی وسائل اور افرادی قوت فراہم کر کے امدادی و تعمیری کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ زلزلے کی آزمائش کے اِس موقع پر پاکستانی قوم نے جس اتحاد، یکجہتی اور بے مثال جذبے کا مظاہرہ کیا، اِس پر دنیا کی کوئی بھی قوم بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ قدرتی آفت پر غلبہ پانے کے اس قومی عمل نے یہ ثابت کر دیا کہ اس سرزمین کے لوگ ایثار، قربانی اور انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس کی فوج، سیاستدان، فنکار، شہری، معاشرتی تنظیمیں اور نوجوانوں نے اِس مشکل گھڑی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسی ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا جو اِس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ 8 اکتوبر 2005ء کی تباہی کے سائے ابھی تک منڈلا رہے ہیں۔ ہم اِن مصیبت زدوں، متوفین اور ان کے غم زدہ خاندانوں اور دوستوں کے لیے دعاگو ہیں۔ اس آفت نے انتہائی درجے کی تباہی برپا کی ہے اور یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ بحالی اور تعمیرِ نو کا عمل کب تک جاری رہے گا۔

پاپولیشن کونسل نے وزارت سماجی بہبود و خصوصی تعلیم کی ہدایت پر UNFPA اور UNICEF کے تعاون واشتراک سے ”زلزلے کی ... اور جنوظتی تخمینی سروے“ کے عنوان سے ایک منصوبہ جنوری 2006ء میں شروع کیا۔ اِس سروے کا آغاز خیمہ بستیوں سے کیا گیا جس کا مقصد یتیموں، بیواؤں، معذوروں، بزرگوں کے علاوہ خواتین کی پیداواری صحت کی ... تھا۔ یہ سروے 45 دنوں میں مکمل کر لیا گیا۔

آبادی کے مسئلے پر ہونے والی چھٹی سالانہ تحقیقاتی کانفرنس

بقیہ صفحہ 3 سے

ایشیائی ممالک کے رجحانات میں قنوطیت پائی جاتی ہے سالانہ ظاہری تناقص کی صورت میں مختلف سیکٹروں اور خطوں میں موساد ہے۔ اگرچہ آبادی میں اضافے کی بلند شرح اور ایشیائی خطے میں غربت کے بہت سے عوامل اور پہلو بھی ہیں ... اہم ... سے ... عنصر غربت کا آبادی حجم ہے ... قسم کا پسماندگی کا ... ہے۔ مزید غور و خوض یہ کیا گیا کہ اگر ایشیائی ممالک نے 2015ء تک میلینیم ترقیاتی اہداف حاصل کرنے ہیں تو ہر ملک کو اپنی شرح افزائش اگلے پانچ سالوں میں تقریباً ایک فیصد سالانہ کم کرنا ہو گا۔ اس سلسلے میں ہمیں ان ملکوں کی مثال سامنے رکھنی چاہیے جو یہ کام ہم سے پہلے ہی کر چکے ہیں۔

عالمگیریت کے اس دور میں عالمی اقتصادی پالیسیوں میں مسلسل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جس کے نتیجے میں مالیاتی اور غیر مالیاتی وسائل مثلاً ترقی یافتہ ممالک میں ... یافتہ افرادی قوت کی ترسیل میں روانی آ گئی ہے لہذا اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے ہمیں نئی پالیسیوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ عالمگیریت کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسی پالیسیاں اختیار کرنی چاہییں جو اچھی تربیت یافتہ افرادی قوت پیدا کرنے اور پیداوار کے بین الاقوامی معیارات پر پورا اترنے کے لیے مددگار ہوں۔

اختتامی اجلاس میں جناب شہزاد و شیخ، سیکرٹری، وزارت بہبود آبادی نے پاکستان میں تحقیق کی حوصلہ افزائی کے لیے پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان کی کوششوں کو سراہا۔ ڈاکٹر علی ایم میر، سیکرٹری جنرل پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان نے ڈونرز اور وسائل فراہم کرنے والے افراد، کانفرنس کے شرکاء اور منتظمین کا پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان کی جانب سے اظہار تشکر پیش کیا۔ انہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد پر پاپولیشن کونسل کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔

علمی اداروں کے ساتھ کام کرنے کی روایت ... ہوئے سماجی اور اقتصادی ترقی میں آبادی اور آبادی ترقی کے درمیان متعلق تحقیق کی حوصلہ افزائی کرنے کی خاطر پاپولیشن کونسل نے 28 نومبر 2005ء کو ”ورکشاپ کا خلا ساہی“ تیار کرنے کے لیے قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد کے ساتھ اشتراک کیا۔ ورکشاپ کے ریسورس پرسنز میں ڈاکٹر فرید مدثر (سینئر مشیر صحت، اشیاء فاؤنڈیشن) اور ڈاکٹر عبدالرزاق رکن الدین (سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر، NIPS) شامل تھے اور اِس میں تقریباً 18 نوسالان محققین نے شرکت کی۔ پاپولیشن ایسوسی ایشن آف پاکستان کی جانب سے قائداعظم یونیورسٹی کی امداد و شمولیت، فیکلٹی اور شعبہ علوم آبادی، پنجاب یونیورسٹی، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے طلباء کا اس کانفرنس کے انتظامات میں حصہ لینے اور شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا گئے۔

فیچر

بقیہ صفحہ 4 سے

تنظیموں کی شراکت اور طویل المدت کارکردگی سے ... شعبہ کی سرمایہ کاری کو حد درجہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ درحقیقت ... میں ... سے زیادہ تولیدی ... مات فراہم کرنے والوں میں سول سوسائٹی کے شریک کار پیش پیش ہیں۔ منصوبوں کی تشکیل و ڈیزائن ... یہ ... انگیز سرکاری و نجی شراکت کے فروغ کا ضامن ہو گا اور عوامی بھلائی کے مقصد کے حصول میں سول سوسائٹی کی قوتیں اور ... کار ... ہوں گی۔

پاکستان آبادی کے لحاظ سے چھٹے اور بین الاقوامی ... کی فہرست میں 135 ویں نمبر پر آتا ہے۔ اس کی ایک تہائی ... سے بھی زائد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ اَب ہمیں اپنی حکمت عملی کے خطوط پر دوبارہ غور کرنا چاہیے۔ ہم غربت کی آہنی زنجیروں کو توڑنا چاہتے ہیں اور بہتر کارکردگی اور کامیابیوں کے متمنی ہیں تو پھر سرکاری و نجی شراکت کو فروغ دینا ہو گا۔

... میں، میں پھر اپنے پختہ نقطہ کو دوہراتا ہوں کہ سرکاری و نجی شراکت، خاص طور پر جس کا مقصد سرکاری و ... مفادات کے حصول کے لیے ... اور مؤثر اور ... ترقی کی سرگرمیوں پر توجہ دینا اور بہترین کارکردگی کی مواقع کی حامل ہو کو حقیقت کا روپ دینا ہم سب کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ سرکاری و نجی شراکت کے ذریعے اس حقیقت کا حصول ممکن ہو گا اور اب وقت ہے کہ ہم ان دونوں کی افادیت کو سمجھیں۔

عالمی بینک: غربت کے خاتمے کے لیے 500 ملین ڈالر کی امداد

عالمی بینک نے دنیا کا سب سے بڑا سماجی فنڈ قائم کرکے پاکستان کو 500 ملین ڈالر کی امداد دینے پر اتفاق کیا ہے جس سے ملک میں ہر طرف پھیلی ہوئی غربت کو مؤثر طور پر ختم کیا جاسکے گا۔ سرکاری ذرائع نے روزنامہ ''ڈان'' کو بتایا کہ نیا فنڈ 2008ء میں قائم کیا جائے گا جب پاکستان میں 230 ملین ڈالر سے جاری غربت کے خاتمے سے متعلق پروگرام ختم ہو جائیں گے جو زیادہ تر PPAF ''پاکستان غربت مٹاؤ فنڈ'' کے زیر انتظام جاری ہیں۔ تاہم بینک چاہتا ہے کہ حکومت PPAF کے ذریعے غربت سے متعلق مختلف پروگراموں کو خود چلائے تاکہ بدعنوان عناصر کی حوصلہ شکنی ہوسکے۔ PPAF حکومتی امداد سے چلنے والی تنظیم ہے جو آزادانہ طور پر اپنا کام کرتی ہے۔ عالمی بینک کے بعد اب امریکی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID) اور بین الاقوامی فنڈز برائے زرعی ترقی FFAP بھی پاکستان میں غربت کو کم کرنے میں مدد دینے کے لیے خصوصی فنڈ قائم کرنے پر غور کر رہے ہیں جو حکومت کی جانب سے خرچ کیے جانے والے کئی بلین روپے کے علاوہ ہوں گے۔

عالمی بینک کے صدر جناب پال وولف اووٹز Paul Wolfowitz نے اپنے حالیہ دورے کے دوران کہا کہ پاکستان کو بین الاقوامی ڈونرز اداروں کی خصوصی توجہ اور فنڈز کی ضرورت ہے تاکہ وہ غربت کے خاتمے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے جو ملک کے دیہی علاقوں میں خطرناک نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ ان ذرائع کے طابق عالمی بینک کی جانب سے 500 ملین ڈالر کے اس نئے فنڈ کی توجہ زیادہ تر صحت اور تعلیم کے پروگراموں اور اس کی تیز تر وسعت پر مرکوز ہوگی۔ غربت کے خاتمے سے متعلق اخراجات میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ عالمی بینک کے صدر نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ غریب اور امیر کے درمیان پائے جانے والے تعلیمی فرق کو ختم کرے اور عام طلباء کو بلا امتیاز تعلیم فراہم کرے۔ اس تناظر میں PPAF نے دیہی علاقوں میں نئے سکول تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے جہاں غربت کے خاتمے کے مقاصد کے لیے معیار تعلیم کے حصول کو یقینی بنایا جائے گا۔

عالمی بینک نے پہلے مرحلے پر PPAF کو 90 ملین ڈالر امداد دی۔ بعد ازاں ایک دوسرے پروگرام کے تحت 230 ملین ڈالر کا اضافہ کر دیا گیا۔ ایک تیسرے پروگرام کے لیے بینک نے 500 ملین ڈالر کی امداد کا عندیہ دیا ہے۔ جناب وولف اووٹز نے PPAF کے سربراہ کامل حیات کو ایک خط لکھ کر اس فنڈ کے تحت ملک بھر میں جاری کاموں کی تعریف کی ہے۔ مذکورہ ذرائع کا کہنا ہے کہ عالمی بینک کا خیال ہے کہ غربت میں کمی کرنے کے ''مسودہ حکمت عملی'' PRSP میں پاکستان کے عزم کی جھلک دکھائی دینی چاہیے جسے 2003ء میں حتمی شکل دی گئی نیز درمیانی مدت کے ترقیاتی فریم ورک 2005-2010 (MTDF) میں 2009-10 تک آٹھ فی صد کا اضافہ ہونا چاہیے تاکہ 2015ء تک غربت کے موصولہ اہداف کو حاصل کیا جاسکے۔ حکومت نے غربت اور سماجی شعبے کی مالی امداد میں پچھلے 4 سالوں میں 120 فی صد کا اضافہ کیا ہے جو 114 ملین سے 254 بلین روپے بنتے ہیں اور اب اس میں 2005-2006ء کے لیے تقریباً 300 بلین روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

ماخذ: روزنامہ ''ڈان'' جمعہ 23 ستمبر 2005ء

معاشی ترقی، آبادی میں کمی وزیراعظم: ترقی کی پالیسی کا خاکہ

21 ستمبر 2005ء کو وزیر اعظم شوکت عزیز نے معاشی ترقی، خوانداگی، صحت اور انفراسٹرکچر کی سہولتوں کی فراہمی کو آبادی میں کمی سے مشروط قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے سماجی شعبے کی ترقی کے لیے بھاری رقوم مختص کی ہیں۔ وزیر اعظم سیکریٹریٹ میں ہونے والی دو روزہ ''آبادی کانفرنس'' کے موقعہ پر جناب شوکت عزیز نے گذشتہ 5 سالوں کے درمیان معاشی ترقی کے لیے اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیلات بتائیں۔ آپ نے کہا کہ ملک کو بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ قومی اور بین الاقوامی وفود کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس تقریب میں شرکت کی۔

وزیراعظم نے کہا ہم اپنے معاشی حالات کو اور زیادہ بہتر بنا کر بارآوری کی شرح کی سطح کو کم کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ شرح پیدائش کو کنٹرول کرنے کے منصوبوں میں اگر کوئی سستی برتی گئی تو اس سے ملک کے انتظامی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچے گا۔ انہوں نے معاشی ترقی کو برق رفتاری کے ساتھ حاصل کرنے اور آبادی کے اضافے پر قابو پانے کے لیے تعلیم اور صحت کی بہتر سہولتیں فراہم کرنے پر زور دیا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ حکومت معاشرے کے تمام طبقات خصوصاً خواتین کو بااختیار بنانے کو سب سے اول ترجیح دے رہی ہے۔ آپ نے بتایا کہ آبادی پر قابو پانے کے لیے لوگوں کو فرسودہ رسومات اور روایات کو چھوڑنا ہوگا۔ وزارت منصوبہ بندی مذہبی اسکالروں کے تعاون واشتراک سے اس سلسلے میں کام کر رہی ہے۔ آپ نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ آنے والے سالوں میں بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے لوگ رہائش، پانی، ٹرانسپورٹ، خوراک اور تحفظ جیسے مسائل کا شکار ہو جائیں گے۔

انہوں نے آگاہی، تعلیم، باہمی تعاون اور لوگوں کو بااختیار بنانے پر زور دیا جن کا حاکمانہ یا جابرانہ طریقہ کار کی بجائے تعاون واشتراک سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ ایک وسیع البنیاد ترقیاتی خطوط کے ایک جامع انتظامی اصلاحاتی پروگرام کے بعد سماجی شعبہ جات پر توجہ دی جائے گی تاکہ معیاری تعلیم، صحت، پانی کے صاف ہونے کے علاوہ تولیدی صحت کی سہولیات کو یقینی بنانا چاہیے۔ آپ نے کہا کہ ہماری پالیسی ہے کہ قوم کو ترقی کے ایجنڈے کے مرکزی دھارے میں شامل کیا جائے جس سے لوگوں کو خاطر خواہ مالی فوائد ملیں گے اور بارآوری کی شرح کو کم کرنے میں قابل ذکر کامیابی حاصل ہوگی۔ لیکن اس کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

وفاقی وزیر برائے آبادی چوہدری شہباز حسین نے محکمہ آبادی کی سرگرمیوں، کامیابیوں اور مستقبل کے اہداف پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ محکمہ آبادی منصوبہ بندی نے 13 ہزار امام مسجدوں اور خطیبوں کے لیے ایک تربیتی پروگرام شروع کیا ہے تاکہ وہ آبادی پر قابو پانے کے مقصد کو آگے بڑھا سکیں۔

ماخذ: روزنامہ ''ڈان'' 22 ستمبر 2005ء

عالمی افزائش حرارت سے ہر سال 10 ہزار افراد ہلاک: عالمی ادارہ صحت

نومیا، نیو کیلی ڈونیا: عالمی ادارہ صحت کے ایک ماہر نے جمعرات کے روز یہ بات بتائی کہ بحرالکاہل ایشیاء کے علاقے میں 10 ہزار افراد تک ہر سال عالمی افزائش حرارت کے نتیجے میں شدید موسم اور مچھروں سے ہونے والے بیماریوں سے مرجاتے ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کے علاقائی ماحولیات کے مشیر ڈاکٹر ہیٹوشی اوگاوا کے مطابق سال 2000ء میں موصول ہونے والی معلومات کی بنیاد پر اقوام متحدہ کے محکمہ صحت نے اندازہ لگایا تھا کہ موسم میں ہونے والی تبدیلیوں کے ضمنی اثرات پہلے ہی مغربی بحرالکاہل کے علاقہ جات میں لوگوں پر پڑ چکے ہیں جن میں زیادہ تر شمالی ایشیا جنوب مشرقی ایشیا اور مغربی بحرالکاہل کے علاقے شامل ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کی نومیا، نیو کیلی ڈونیا میں ہونے والی کانفرنس کے وقفے کے دوران اوگاوا نے پریس کو بتایا کہ ایک عمومی اندازے کے مطابق 10 ہزار لوگ مختلف وجوہ کی بناپر ہر سال موسم میں ہونے والی تبدیلی کی وجہ سے انتقال کر جاتے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا ہے کہ آئندہ 50 سے 100 سال کے دوران اس تعداد میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔

ابتدائی تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ خطے میں عالمی درجہ حرارت میں اضافہ ہونے کے باعث پہلے ہی موسم میں انتہائی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں جن میں طوفان، اندھی، خشک سالی اور سیلاب شامل ہیں۔ انہوں نے مغربی بحرالکاہل کے علاقوں کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ 1980 کے 1990ء کے دوران طوفانوں کے واقعات میں تقریباً 2 فی صد کا اضافہ ہوا اور مختلف قدرتی آفات، خشک سالی، سیلاب اور طوفان کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد 30 سے 40 فی صد تک بڑھ گئی۔

انہوں نے کہا کہ ان اموات میں اضافے کی ایک ہی مخصوص وجہ بتانا ممکن نہیں لیکن اس علاقے میں بڑھتی ہوئی عمر رسیدہ آبادی کو موسم کو مخالف حالات سے زیادہ خطرہ لاحق ہے۔

ماخذ: روزنامہ ''دی نیوز'' 23 ستمبر 2005ء

بین الاقوامی نقل مکانی کے رجحانات

عالمگیریت کی گذشتہ نصف صدی کے دوران سرمائے کی حرکت ایک بنیادی اہم قوت رہی ہے اور اس نے ایک غیر متوازن صورت حال کو جنم دیا ہے۔ اَب ترقی پذیر دنیا اپنی کثیر افرادی قوت کی وجہ سے غربت اور بے روزگاری میں پھنس گئی ہے جبکہ ترقی یافتہ دنیا محنت کشوں کی شدید کمی کے باعث اپنا زائد سرمایہ برآمد کرنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ اس غیر متوازن صورت حال کا ازالہ کرنے کے لیے ترقی پذیر ممالک سے محنت کشوں کو ترقی یافتہ ممالک میں بھیجنے کے لیے اعتدال پسندی کی فوری ضرورت ہے۔

بین الاقوامی نقل مکان کی بڑھتی ہوئی اہمیت کو حقیقی ونظری دونوں نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے جس میں ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے انتظامی ڈھانچے، آبادیات اور ٹیکنالوجی شامل ہے۔ یورپی یونین کی رکن ریاستوں کی موجودہ آبادی 2050ء تک تقریباً 12 فی کم ہونے کی توقع ہے۔ جس سے معیارات زندگی اور حکومتی بجٹوں پر شدید منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ OECD کے جائزوں کے مطابق صنعتی ممالک میں آبادیاتی تبدیلیوں اور بہتر پالیسیوں کے مجموعی اثرات سے امریکہ، یورپی یونین اور جاپان میں بالترتیب 10، 18 اور 23 فی صد تک معیارات زندگی میں کمی واقع ہونے کا امکان ہے۔ (OECD-2000 p.197)

نئے کارکنوں کی درآمد کے بغیر یورپی پنشن کے نظام ناپائیدار ثابت ہوں گے۔ اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ عمر رسیدہ یورپی آبادی کو تارکین وطن کی آمد سے دوبارہ زندگی دی جاسکتی جو کام کریں گے، ٹیکس ادا کریں گے اور اس طرح پنشن کے لیے سرمایہ فراہم کریں گے جس سے مستقبل میں پنشن کو ختم کرنے کی رائے کو تبدیل کرنے میں مدد ملے گی۔

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں تجزیہ کیا گیا ہے کہ یورپی یونین نے اگر کوئی اقدامات یا تبدیلیاں نہ کیں تو آئندہ 50 سالوں میں اس کی کل آبادی کا حجم برقرار رکھنے کے لیے تارکین وطن کی سالانہ ایک ملین تعداد کی ضرورت ہوگی۔ معروف کار آبادی کے لیے تقریباً 1.5 ملین سالانہ، بڑھاپے پر انحصار کی شرح کو 65 سال سے زائد آبادی کی شرح برقرار رکھنے کے لیے تقریباً 13 ملین سالانہ کی ضرورت ہوگی۔ نیز موجودہ نقل مکانی کی شرح میں تقریباً 15 گنا زائد کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ (اقوام متحدہ 2000)۔

گزشتہ نصف صدی میں بڑھتے ہوئے عالمی انحصار کے حوالے سے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں محنت کشوں کی رواں تقسیم میں واضح تبدیلیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کا ایک اہم عنصر عالمی معیشت کی بے مثال ترقی ہے جس سے نہ صرف آمدنی میں عدم مساوات کا اضافہ ہوا بلکہ لیبر کی کمی کے شکار ممالک میں لیبر کی نقل مکانی میں بھی اضافہ ہوا۔ اس عرصہ میں جو نقل مکانی ہوئی وہ زیادہ تر رضا کارانہ تھی جس میں تارکین وطن کے اپنے معاشی حالات، اس کے خاندان اور اس کی آنے والی نسلوں کا عمل دخل تھا۔ دوسری جانب ملازمت دہندہ کو میزبان ممالک میں سستی لیبر درآمد کرنے کی ضرورت تھی۔

تاہم لیبر بھیجنے اور موصول کرنے والی حکومتوں نے ایسی لیبر کی ترسیل کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کی جس سے افرادی قوت کے معیار اور دونوں ممالک کے مطلوبہ مقاصد پورے ہوتے ہوں۔ ایسے ممالک اکثر صرف لیبر اور ملک کا فائدہ دیکھتے ہیں لیکن وہ مختلف لوگوں کے ثقافتی ملاپ سے جنم لینے والے مسائل کا ادراک نہیں کرتے۔ جن سے اکثر و بیشتر سماجی اور سیاسی مصائب پیدا ہو جاتے ہیں۔ دوسری جانب لیبر بھیجنے والے ممالک اپنے کارکنوں سے موصولہ رقوم کے فوائد کو اہمیت دیتے ہیں جن سے انھیں ادائیگوں کے قابل قدر توازن میں مدد ملتی ہے۔ مزد برآں انھیں مہارتوں کی کمی خصوصاً ایسے افراد جیسے ڈاکٹر اور انجینئر کی تربیت پر اٹھنے والے وافر سرکاری اخراجات کے عوض یہ رقم نصیب ہوتی ہے ۔

اس کے علاوہ بیرون ملک نقل مکانی کے اور بھی پیچیدہ فوائد ہوتے ہیں۔ ان سب کا جائزہ لینا آسان کام نہیں کیونکہ اِسے ناقابل بحث گردانا جاتا ہے۔ لیبر بھیجنے اور موصول کرنے والے ممالک کے لیے باہمی نفع ہی اصل حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اندرونی محرک میں غریب اقوام کی ترقی کی خواہش کارفرما ہوتی ہے۔ غیر ہنر مند لیبر (نوآبادیاتی دور میں معاہدہ جاتی لیبر) سے ہنر مند افراد (جیسے بھارت و پاکستان) اور باشعور تجارتی ادارے (جیسے چین) کی بتدریج منتقلی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طویل اور پُر خطر انسانی کوشش کس طرح غریب ممالک کی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے۔ ایک مرتبہ جب بین الاقوامی کمیونٹی اس طریقہ کار کی اہمیت کا مکمل احساس کرلیتی ہے تو وہ اپنی ترقی کے حصول کے لیے اسے اپناتی ہے اور اس کے فائدے اور نقصان دونوں میں مساوی طور پر شریک ہوتی ہے۔ بڑھتی ہوئی نقل مکانی ترقی پذیر ممالک کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے اور مجموعی طور پر دنیا کے بین الاقوامی ادارے اور بے شمار تحقیقات اِس امر کی تصدیق کرتی ہیں۔

UNDP کی رپورٹ برائے انسانی ترقی (1992) کا دعویٰ ہے کہ ترقی پذیر دنیا کی شمال کی جانب نقل مکانی سے 200 بلین ڈالر فی سال آمدنی کا اضافہ ہوگا۔ لیبر درآمد کرنے والے پانچ ایشیائی ممالک کے بارے میں عالمی ادارۂ محنت کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ لیبر کی نقل مکانی سے سرمایہ کی ترسیل میں 55 بلین ڈالر کے مساوی اضافہ ہوا۔ عالمی بینک کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ ترقی پذیر ممالک میں تیز رفتار نقل مکانی کی شرح کی وجہ سے جی ڈی پی کی شرح میں بھی قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ تاہم قومی اور مائیکرو سٹڈیز بتاتی ہیں کہ نقل مکانی سے نہ صرف انسان غیر ملک میں الگ تھلگ رہتا ہے بلکہ اس سے لیبر بھیجنے والے ملک کی معیشت میں حد درجہ مسائل اور بگاڑ بھی پیدا ہوتے ہیں۔

بہت سے ترقی پذیر ممالک نے بیرون ملک نقل مکانی کے ناپسندیدہ اثرات کو کم کرنے اور فوائد کے زیادہ سے زیادہ حصول کی سرگرم پالیسیوں کو اپنانے کی بجائے غیر مؤثر پالیسیوں پر عمل کیا ہے۔ اس کے فائدہ بخش اثرات کے بجائے صرف بیرون ملک نقل مکانی کی کامیابیوں کو دیکھا گیا اور بڑے محتاط طریقے سے اسے اور زیادہ قوت بخش بنایا گیا۔ لوگوں کی نقل مکانی کے فلاحی اثرات کا دارومدار نقل مکانی کے وسعت اور مقامی لیبر مارکیٹ کی ساخت پر ہوتا ہے۔ جب نقل مکانی مجموعی طور پر عالمی افادیت میں اضافہ کرتی ہے تو اندرون ملک عدم مساوات بھی پیدا کرتی ہے۔

جہاں تک انسانی سرمایہ کا تعلق ہے تو جب سرکاری فنڈز لگائے جاتے ہیں (جو عمومی طور پر LDsC میں ہوتا ہے جو اَب زوال پذیر ہے) اور فائدہ اٹھانے والے ملکی آمدنی کی سکیم میں پانچویں/ دسویں سطح پر ہوتے ہیں تو اندورن اور بیرون ملک دونوں صورتوں میں مجموعی تاثر بڑا رجعت پسند ہوتا ہے۔ بیرون ملک لیبر کی نقل مکانی کے دو ابتدائی اثرات کو پالیسی سازی میں اکثر جگہ دی جاتی ہے یعنی تارکین وطن کے سرمایہ سے حاصل شدہ فوائد اور انسانی سرمائے کا نقصان (جسے اکثر ذہین افراد کی نقل مکانی کہتے ہیں)۔ اول الذکر غریب ممالک اور اس کی غریب آبادی کے طبقات کو خاص طور پر متاثر کرتا ہے جبکہ بعد الذکر میں غریب اور امیر ممالک دونوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد شامل ہوتے ہیں۔ ان میں انتہائی متاثرہ کچھ افریقی ممالک ہیں جو اپنی انتہائی مہارت یافتہ افرادی قوت کے ایک بڑے حصے کو برآمد کر دیتے ہیں۔

گھریلو اشیاء اور کچھ اثاثے یا قوتِ ادھار عمومی طور پر بیرون ملک نقل مکانی سے حاصل ہوتی ہے جس میں ابتدائی سرمایہ کاری اور خاطر خواہ خطرات آبادی کے اُن غریب ترین طبقات میں زیادہ پوشیدہ ہوتے ہیں جو ایسے وسائل تک رسائی نہیں رکھتے۔ کم درمیانی آمدنی رکھنے والے ممالک کے لیے رقوم کی ترسیل خاص طور پر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ 1998ء میں رقوم کی ترسیل کا مجموعی حجم 52.4 بلین ڈالر تھا۔ تقریباً وہی جو اس سال (52 بلین) سرکاری ترقیاتی امداد (ODA) کا تھا۔ کسی بھی ملک کے لیے رقوم کی ترسیل اہم معاشی مقاصد کی حامل ہوتی ہیں۔ کم ہنر مند کارکنوں کے لیے رقوم کی ترسیل زیادہ اہمیت رکھتی ہیں (خاص طور پر ایک مخصوص آمدنی کے علاوہ) جو زیادہ تر عارضی تارکین وطن ہوتے ہیں۔

یہ رقوم چھوٹے اداروں کے لیے مالیاتی تصرف، نقد اثاثوں (بہتر کریڈٹ مارکیٹ کی غیر موجودگی میں) ہاؤسنگ اور نفع کے لیے ہوتی ہیں اور کم آمدنی والے ممالک میں سماجی تحفظ کا ایک اہم ذریعہ ہوتی ہیں۔ وہ اپنی زیادہ تر سرمایہ کاری آلات وساز وسامان، زمین، کنوؤں، آب پاشی کے اُمور اور معاشی ترقی کے لیے طویل المدت مقاصد کی حامل تعلیم پر کرتے ہیں۔ یہ اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے کہ رقوم کا کتنا فی صد تصرف، زیرگردش یا طویل المدت سرمایہ کاری میں لگایا گیا۔

ترقیاتی حکمت عملی میں نقل مکانی کی پالیسی کی دانستہ پیروی، جغرافیائی اور معاشرتی دونوں لحاظ سے ایشیاء کی بہ نسبت زیادہ رہی ہے۔ زیادہ ترقی پذیر ممالک نے اپنے آباد یا جلاوطن کمیونٹی کو نظر انداز کرنے کی پالیسی کو اپنائے رکھا۔ آزادی کے بعد یہ خوف لاحق رہا کہ بعد الذکر کی منقسمہ وفاداری کو اپنے مادر وطن اور قیام پذیر یا رہائش اختیار کرنے والے ملک کے مابین باعث الزام ٹھہرا جائے گا۔ یہ خوف اس وقت زیادہ ابھر کر سامنے آیا جب مشرقی افریقہ میں نئی آزاد اقوام خصوصاً یوگنڈا نے بہت سے بھارتی اور پاکستانی افراد کو اپنے ملک سے نکال دیا اور بعض صورتوں میں ان کی جائیداد اور کاروبار کو بھی ضبط کرلیا گیا۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ اپنے آبائی ممالک میں نہیں گئے بلکہ انگلستان اور دوسرے ممالک میں سیاسی پناہ گزین کے طور رہنے کا فیصلہ کیا۔

بیرون ملک خصوصاً غیر ہنر مند لیبر کی نقل مکانی سے ایشیائی حکومتوں کی پالیسی کا خاص مقصد کارکنوں کی رقوم کی ترسیل سے غیر ملکی زرمبادلہ کمانا رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے محنت کشوں کی برآمد کو اپنی ملکی معشیت کی ترقی کے لیے ضروری سمجھتی ہے۔ ان تارکین وطن کو مقامی آبادی کے حجم کے مقابلے میں بہت زیادہ تعداد میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ بہت سے ترقی پذیر ممالک اس حقیقت کو محسوس کر چکے ہیں کہ وہ اپنے ثقافتی تشخص کو ایک بھرپور قوت کے طور پر زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھ پائیں گے۔ اس لیے انھیں بعد الذکر مسائل پر خصوصی توجہ دینا ہوگی تاکہ وہ اپنے مادر وطن کے ساتھ رابطہ رکھ سکیں اور مستقل طور پر اس سے کٹ کر رہ نہ جائیں۔

ماخذ روزنامہ ''ڈان'' 26 ستمبر 2005ء

عالمی جائزہ

ہرایک منٹ میں ایک بچہ ایڈز کی وجہ سے مرجاتا ہے۔یونیسف

''موزی مرض ایڈز کی وجہ سے دینا بھر میں کہیں نہ کہیں ایک منٹ میں ایک بچہ مرجاتا ہے''۔ یہ بات اقوام متحدہ کے فنڈز برائے بچگان (UNICEF) نے چھوٹے بچوں کو بیماریوں کا شکار ہونے سے بچانے کے لیے ایک مہم کے آغاز کے موقع پر بتایا۔یونیسف کی سربراہ این وینی من نے نیویارک میں ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ بہت سے متاثرہ ملکوں میں لوگوں کی اوسطاً عمر 60 سال سے کم ہوکر 30 سال ہوگئی ہے۔اوراس کا مطلب ہے کہ 18 سال کو درمیانی عمر شمار کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ایک اندازہ کے مطابق 15 ملین بچے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں سے محروم ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کے والدین کوایڈز کا مرض لاحق تھا۔لیکن ان بچوں اور والدین کے ایک حصے کواپنی ضرورت کے مطابق امداد مل رہی ہے۔

یونیسف کے شعبہ ایچ آئی وی /ایڈز کے سربراہ پیٹر میکڈرموٹ Peter McDermott نے نئے اقدام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مقصد ماں سے بچے میں اس بیماری کو منتقل ہونے سے روکنا ،بچوں کو علاج فراہم کرنا، Hiv/Aids کے نئے انفیکشن کی روک تھام کرنا اوراس سے متاثرہ یتیم بچوں کی مدد کرنا ہے۔خصوصی طور پراس مہم کا ہدف خواتین کو طبی خدمات فراہم کی جانے والی موجودہ 10 فی صد خدمات کو 2010ء تک 80 فی صد بڑھانا ہے۔ یہ بھی توقع کی جارہی ہے کہ ایچ آئی وی/ایڈز مثبت اثرات رکھنے والے 6 لاکھ بچوں میں سے پیدائش کے پہلے سال کے دوران اس وائرس سے ہلاک ہونے والے 5 لاکھ بچوں کی تعداد کو آدھا کم کرنا ہے۔''کوٹرائی میکازمل میں تقریبا 10 ڈالرفی سال کی چھوٹی سی رقم سے ہم ان کی زندگی کے ایک سالہ دورانیہ کو 15 فیصد بہتر بناسکتے ہیں اور انسداد وائرس کے طریقوں کے استعمال سے ہم ان کی پہلی سالگرہ کے بعد زندگی کے امکانات کواور بہتر بناسکتے ہیں''۔ جناب میکڈرموٹ نے کہا کہ روک تھام کے ذریعے مذکورہ پروگرام ہرسال وائرس سے متاثر ہونے والے 4 سے 15 سال کی عمر کے بچوں کی تعداد کو 25 فی صد سے کم کرنے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ اس پروگرام کے ذریعے 5 سال بچوں میں اس بیماری میں 80 فی صد کمی ہوسکتی ہے۔لیکن انہوں نے متنبہ کیا کہ بچوں میں پائے جانے والے وائرس کا علاج کرنے اور جو کچھ بچوں کی ضروریات ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے فنڈز کی شدید کمی ہے۔

اقوام متحدہ کے فنڈز برائے آبادی کے مطابق صنفی مساوات کا ایجنڈا 21 ویں صدی میں بھی ادھورا اور نامکمل رہے گا جب تک اقوام صنفی امتیاز کو ختم نہیں کریں گی اور خواتین کو مساوی سماجی ، ثقافتی معاشی اور سیاسی حقوق نہیں دیں گی۔آنے والی کئی نسلوں تک وہ غربت کو ختم کرنے کے قابل نہ ہو پائیں گی۔ UNFPA کے ایگزیکٹیوڈائریکٹر تھورایا احمد عبید نے لندن میں ایک پریس بریفنگ کے دوران کہا کہ آج میں کہتی ہوں کہ عالمی لیڈر اس وقت تک غربت میں کمی نہیں کرپائیں گے جب تک وہ صنفی امتیاز کا خاتمہ نہیں کرپاتے۔عالمی آبادی 2005ء کی صورت حال پر ایک ایجنسی کی نئی رپورٹ کے اجراء کے موقعہ پر احمد عبید نے مزید کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ دنیا بھر کی خواتین وعدوں سے تنگ آچکی ہیں۔اب وقت آگیا ہے کہ ہم کچھ کریں۔ ہمارے پاس وسائل ہیں اور ہم عزم بھی رکھتے ہیں لہذا عملی اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے۔

مانع حمل ادویات اور طریقوں، خاندانی منصوبہ بندی کی امداد اور تولیدی صحت میں تعاون کی کمی کے باعث ہر سال 5 لاکھ 29 ہزار خواتین حمل سے متعلقہ مسائل کے باعث انتقال کرجاتی ہیں حالانکہ اس میں سے زیادہ تر قابل علاج ہوتے ہیں۔آج عالمی آبادی تقریباً 6.5 بلین ہے اور 2050ء تک 9.1 بلین ہونے کی توقع ہے۔اندازاً 76 ملین ناپسندیدہ حمل اور ہر سال 19 ملین غیر محفوظ اسقاط حمل کی ایک بنیادی وجہ مانع حمل ادویات /طریقوں تک رسائی کی کمی ہے۔اس رپورٹ کے مطابق تولیدی صحت کے مسائل بشمول ایچ آئی وی/ایڈز 15 سے 44 سال کی خواتین میں اموات اور بیماری کا بنیادی باعث بنتے ہیں اور نتیجتاً تولیدی زندگی کے 200 ملین سال ضائع ہوجاتے ہیں۔

اس رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ خواتین اورلڑکیوں کے لیے سیاسی ، معاشی اور تعلیمی مواقع میں سرمایہ کاری کرنے سے فوری فائدہ کا حصول ممکن ہوتا ہے اور بہتر معاشی نتائج ، چھوٹے خاندان، صحت منداور زیادہ خواندہ بچے اور ایچ آئی وی کی کم شرح کی موجودگی میں ملتے ہیں اور نقصان دہ روایتی امور میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہ تمام عناصر غربت کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔خواتین پر تشدد ایک بڑا مسئلہ ہے۔ تین خواتین میں سے ایک کے ساتھ زندگی میں جسمانی ،جنسی یا دیگر تشدد زیادہ تر اس کے خاندان کا ہی کوئی فرد کرتا ہے۔اس رپورٹ کے مطابق اس صورت حال میں تبدیلی بہت آہستہ آہستہ رونما ہورہی ہے۔بشمول سیاسی محاذ پر جہاں دنیا کی پارلیمانی نشستوں کا صرف 16 فی صد خواتین کے پاس ہیں جس میں 1990ء میں صرف 4 فی صد کا اضافہ ہوا۔

پاکستان اورگوئٹے مالا کے حالیہ مسائل کی روشنی میں محترم الکالا نے کہا ''ہمیں یادرکھنا چاہیے کہ ہزاروں بے گھر ہونے والی خواتین حاملہ ہیں اور انھیں زندگی کی وہ سہولتیں میسر نہیں جو صنعتی ممالک کی خواتین کو حاصل ہیں۔انہوں نے کہا کہ یہ اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے ناقابل معافی جرم ہے۔ اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں ہونے والے ایک الگ اجلاس میں اقوام متحدہ کے ترقیاتی فنڈز برائے خواتین UNIFEN کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر، Noeleen Heyzer نے حکومتوں سے کہا کہ وہ پالیسی سازی کے عمل کے دوران خواتین کی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔

جنرل اسمبلی کے سماجی ، معاشی اور ثقافتی (تیسری) کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نقل مکانی میں خواتین کا گھر کے سربراہ کے طور پر بڑھتا ہوا کردار اور غیر ملکی رقوم کی ترسیل کا تقاضا ہے کہ اقوام اپنے ملینیم ترقیاتی اہداف کے نفاذ میں صفنی مساوات کو رواج دیں جس کا مقصد 2015ء تک عالمی مسائل کو کم کرنا ہے۔

ویب سائٹ ونڈو

JSTOR

غیر تجارتی تنظیم ہے جس کا مقصد دنیا کے اہم عالمی رسائل تک جہاں تک ممکن ہو بااعتماد رسائی فراہم کرنا اور اسے لوگوں کے لیے ہر وقت دستیاب رکھنا ہے۔ یہ سائٹ محققین کو یہ سہولت فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔رسائل کے شماروں اور صفحات کی تصویروں کو نقل کریں جو اصل رسالے میں ڈیزائن کی گئی ہوں اور شائع کی گئی ہوں۔اس سائٹ کے مندرجات میں بہت سے شعبہ جات دیئے گئے ہیں۔موجودہ دستیاب عنوانات اور ذخیرہ رسائل کی فہرستوں کو ملاحظہ کریں۔ http://www.jstor.org/about/collection.list.html

آبادی وترقی پر قاہرہ بین الاقوامی کانفرنس

http://en.wikipedia.org/wiki/Cairo_International_Conference_on_Population_and Development

CEDPA

CEDPA خواتین کو صنفی مساوات حاصل کرنے کے لیے متحرک کرتی اور تیار کرتی ہے۔خاندانوں ،کمیونٹی اور معاشرے کو مضبوط کرنے کے لیے مساوات بہت ضروری ہے۔ہم ایک ایسی دنیا کا تصور کرسکتے ہیں جہاں خواتین اورلڑکیاں غربت اور عدم مساوات سے آزاد اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے قابل ہوں اور ان کی حیثیت کا مکمل طور پر احساس اور قدر کی جائے۔وسائل پر ان کے کنٹرول اور فیصلہ سازی میں ان کی آواز کو یقینی بنانے کے لیے CEDPA خواتین لیڈر شپ تیار کرتی ہے۔ خواتین کی تنظیموں کو مضبوط بناتی ہیں اور انھیں متحرک کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

http://www.cedpa.org/

UNFPA

عالمی رہنماؤں کا وسیع تر اجتماع جس میں تولیدی صحت کی سہولتوں تک عالمی رسائی کو ممکن بنانے ،صنفی مساوات کو فروغ دینے ،خواتین کے خلاف امتیاز کو ختم کرنے کا عہد کیا گیا۔تین روزہ ''2005ء عالمی کانفرنس'' 16 ستمبر 2005ء کو ختم ہوئی۔

http://www.unfpa.org/icpd/

آبادی اور ترقیاتی پروگرام

PDP آبادی کے محرکات پر ہونے والی تحقیق کے لیے سہولت فراہم کرتی ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے کمیونٹی مختلف شعبوں میں کام کرنے والے اسکالرز کے درمیان تعاون اور اشتراک کو فروغ دیتی ہے جو آبادی کے مسائل اور اس کے تعلق پر پڑھاتے اور تحقیق کرتے ہیں۔PDP دنیا بھر کے طلباء کو آبادیات میں گریجوایٹ تربیت اور مطالعہ آبادی پر انڈر گریجوایٹ تعلیمی امداد دیتی ہے۔ http://www.einaudi.cornell.edu/pdp/

مواقعِ ،کانفرنس/تربیت

صنفی اور تنظیمی ترقیاتی کورس 15-3 جولائی 2006ء ایڈیس/ بابا، اتھوپیا

منتظمین کے مطابق ترقیاتی تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ پائیدار افراد پر مرکوز ترقی اور مساوات کے لیے ترقی کا حصول خواتین ورمردوں کے کردار کے حوالے بہت ضروری ہوتا ہے۔اس کورس میں ان تصورات اور نکتہ ہائے نظر پر دھیان دیا جائے گا جن سے صنف کو مرکزی دھارے میں شامل کرنا اور ترقیاتی پریکٹشرز کو اپنی تنظیم میں کس طرح قابل عمل بنانا ہوتا ہے۔

http://www.comminit.com/training2006/2006-events/events-3762.html

رابطہ:۔ training@iirr-africa.org

نگرانی اور جائزہ کے لیے انتظامیہ کا اطلاعاتی نظام

14-3 جولائی 2006ء ناروچ، انگلستان۔ یہ کورس پیشہ وارانہ افراد کو موقع فراہم کرتا ہے کہ دو ہفتوں کے اندر اطلاعیاتی ٹیکنالوجی کی بنیاد پر انتظامیہ کے لیے ایک اطلاعیاتی نظام تیار کریں۔شرکاء کو دستیاب سوفٹ ویئر پیکج میں بنیادی مہارت رکھنی چاہیے۔

Http://www.comminit.com/training2006/2006-events/events-4192.html

رابطہ:۔ odg.train@uea.ac.uk

BOOK POST

STAMP